ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

OPEN ACCESS
CC BY NC

ڈاکٹر محمد آصف
ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، بہالدین زکریا یونیورسٹی ملتان
ڈاکٹر ذی شان تبسم
اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو و اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاول پور
ڈاکٹر محمد اشرف
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ ولایت حسین اسلامیہ گریجوایٹ کالج ملتان

جغرافیائی حدود اور مسلمان: تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Dr. Muhammad Asif *
Associate Professor, Department of Urdu, Bahuddine Zakariya University, Multan.
Dr. Zeeshan Tabassum
Assistant Professor Department of Urdu and Iqbaliat, The Islamia University of Bahawalpur.
Dr. Muhammad Ashraf
Assistant Professor Urdu, Govt. Willayat Hussain Islamia Graduate College, Multan.
***Corresponding Author:** asif7475@hotmail.com

Geographical Boundaries and Muslims: An Analytical and Critical Study

"Geographical Boundaries and Muslims" was written by Allama Iqbal in response to Hussain Ahmad Madani's theory of nationalism. Madani propagated that nations are formed on the basis of land. In reply, Iqbal withstands Madani's idea of land- based nationalism and contends that nations are not created by land but by shared morality and religion. In this essay, Iqbal also critically examined the Western concept of nationalism, unmasking its inhumane and destructive aspects, and in contrast, he proposed the humanity-affirming and universal Islamic concept of Millat (the Muslim Ummah). On this

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

ماخذ تحقیقی مجلہ

foundation, Iqbal asserted the independent identity of Muslims in India, which ultimately led to the conception of a separate state based on the Two-Nation Theory. This article aims to conduct critical analysis of the background, context, significance, and key ideas of "Geographical Boundaries and Muslims.

Key Words: *Allama Iqbal, Geographical Boundaries and Muslims, Land-based nationalism concept of Millat, practical politics, separate identity, idea of Pakistan.*

یورپ کا دورِ حیات اقبال کے لیے ایک اہم ترین فکری انقلاب کا دور ہے۔ اسی دور میں ان کی فکر کا رخ وطینت سے ملیت بالفاظ دیگر اسلام کے خالص اور حقیقی نظریات کی طرف مڑ گیا۔ دور تغیر سے لیکر زندگی کے آخری لمحے تک اقبال اسی اصولی نظریے کا پرچار کرتے رہے۔ عالم اسلام اور برصغیر انڈو پاک کی سیاسی سماجی صورتحال کے بارے میں ۱۹۰۷ء سے آخر ان کا ذہن ایک واضح منہاج رکھتا تھا۔

وہ اول تا آخر ظاہر وباطن مسلمان ومومن تھے اورانہوں نے زندگی کے کسی موڑ پر بھی مسلمانوں کی جداگانہ ملی حیثیت کے سوا کسی اور نہج پر سوچنے کی زحمت بھی گوارا نہ کی۔ وادیٔ سیاست میں ان کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے۔ انہوں نے نہرو رپورٹ کی مخالفت کی سائمن کمیشن سے تعاون کیا قائداعظم اور بعض دوسرے مسلمان لیڈروں سے شروع شروع میں اصولی اختلافات ظاہر کیے اور اپنے اصولوں سے انحراف نہ کرتے ہوئے سودے بازی سے بھی انحراف کیا ان تمام اقدامات کا مطلب اقبال کے نزدیک یہ تھا کہ مسلمان اپنے علیحدہ اور جداگانہ ملی تشخص کے لیے یکسو اور متحد ہو جائیں اور کسی صورت میں بھی متحدہ قومیت کے دام فریب میں نہ آئیں [۱] اسی طرح ایک خط میں لکھتے ہیں :

> " میں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطہ نظر کی تشریح وتوضیح میں گزارا ہے محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیاء کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایک خطرہ عظیم محسوس ہوتا تھا۔" [۲]

اس کا بین ثبوت ان کا وہ مضمون ہے جو انہوں نے وفات سے کچھ ہی روز قبل لکھا۔ یعنی "جغرافیائی حدود اور مسلمان" جو کہ ۹ مارچ ۱۹۳۸ء کو روزنامہ "احسان" میں شائع ہوا۔ اس کی اشاعت کے ۴۳ روز بعد ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کو اقبال راہیٔ عالم بقا ہو گئے۔ یہ مضمون واضح دلیل ہے اس امر کی کہ جب اور جس وقت ان کے سیاسی نظریہ

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

پر کوئی حملہ ہوا اس کی سچائی اور صداقت کو ثابت کرنے کے لیے انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس مضمون کا محرک مولانا حسین احمد مدنی کی ایک تقریر تھی جس میں انہوں نے فرمایا تھا کہ :

"موجودہ زمانے میں قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں لہٰذا اس کی ضرورت ہے کہ تمام باشندگانِ ملک کو منظم کیا جائے اور ان کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر کے کامیابی کے میدان میں گامزن بنایا جائے۔ ہندوستان کے مختلف عناصر اور متفرق ملل کے لیے کوئی رشتۂ اتحاد بجز قومیت کے اور کوئی نہیں جس کی اساس محض یہی (وطن) ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی بھی دوسری چیز نہیں۔"[۳]

یہ گویا انڈین نیشنل کانگریس کے مؤقف کی تائید اور پرچار تھا کہ ہندوستان میں بسے والے سب افراد ایک ہی قوم سمجھے جاسکتے ہیں جبکہ انڈیا میں یہودی بھی تھے، عیسائی بھی، سکھ بھی تھے اور مسلمان بھی۔ ان کا مؤقف یہ بھی تھا کہ فرانس، جاپان، جرمنی وغیرہ میں بھی یہی حال ہے۔ ان کے مقابلے میں اقبال ایک عرصے سے مغربی نظریہ وطینت کے خلاف جہاد کر رہے تھے اور قومیت کے اسلامی نظریے کو اپنی شخصیت، روح اور دل و دماغ کا حصہ بنا چکے تھے، ان کا کہنا تھا کہ :

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے　　　جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

(اقبال، کلیاتِ اقبال اردو، مرتبہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ۱۹۹۵ء، ص ۱۸۷)

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر　　　خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

(کلیاتِ اقبال اردو، ص۲۷۷)

اس لیے علامہ اقبال کا یہ رد عمل جو انہوں نے مولانا حسین احمد مدنی کے افکار کے خلاف کیا قابل فہم بھی ہے اور اصولی بھی، اس رد عمل کا اظہار پہلے قطعے کی صورت میں ہو، جس کے متعلق پروفیسر محمد عثمان رقم طراز ہیں :

"جدید مغرب زدہ افراد یا پنڈت نہرو جیسے غیر مسلم زبانوں سے اس قسم کا جملہ شاید اقبال کے لیے باعث حیرت نہ ہوتا لیکن یہ کلمات جب دیوبند جیسے اہم دینی مرکز سے وابستہ ایک برگزیدہ عالم کے منہ سے نکلے تو اقبال کو حیرت کے علاوہ دکھ بھی ہوا۔ اس دکھ اور حیرت کا اظہار پہلے تو اس لاجواب قطعے کی صورت میں ہوا جو چھپتے ہی زبان زدِ خلائق ہو گیا۔"[۴]

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

وہ لاجواب قطعہ مندرجہ ذیل ہے۔

عجم ہنوز نہ داند رموزِ دیں ورنہ ‏ زدیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی است
سرود بر سر منبر کہ ملت از وطن است ‏ چہ بی خبر ز مقامِ محمد ِ عربی است
مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست ‏ اگر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

(کلیات اقبال اردو، ص ۷۵۴)

فروری ۱۹۳۸ء کے لکھے گئے اس قطعے پر دیوبند کے ایک حلقے کی جانب سے ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔ اخباری مباحث و مجادلے بھی ہوئے اقبال پر طرح طرح کے الزامات بھی لگائے گئے۔ مثلاً سیاسی اغراض اور ذاتی مفاد کا حصول، مسلم لیگ کا پروپیگنڈہ وغیرہ۔ بعض مخلصین نے اختلافات کو ختم کرانے کی کوشش بھی کی۔ مولانا کے ایک عقیدت مند طالوت صاحب کو علامہ اقبال نے اپنے ایک خط میں جو کچھ تحریر کیا وہ علامہ اقبال کے اصولی نظریات کی بھی وضاحت کرتا ہے "ذاتیات" کے جو الزامات ان پر لگائے گئے ان کا رد بھی ہے، مولانا حسین احمد مدنی کے لیے اقبال کے دل میں جو عقیدت و احترام تھا اس کی وضاحت بھی کرتا ہے۔(۵)

جو اقتباسات آپ نے ان (مولانا مدنی) کے خط سے درج کیے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے فرمایا کہ آجکل قومیں اوطان سے بنتی ہیں اگر ان کا مقصود ان الفاظ سے صرف ایک امر واقعہ کو بیان کرنا ہے تو اس پر کسی کو اعتراض نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایشیا میں بھی مقبول ہو رہا ہے البتہ ان کا مقصد اگر یہ تھا کہ ہندی مسلمان بھی اس نظریے کو قبول کر لیں۔ تو پھر بحث کی گنجائش رہ جاتی ہے کیونکہ کسی نظریہ کو اختیار کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ وہ اسلام کے منافی ہے یا مطابق، اس خیال سے کہ بحث طویل نہ ہو جائے اس بات کا صاف ہو جانا ضروری ہے کہ مولانا کا مقصود ان الفاظ سے کیا تھا۔ ان کا جو جواب آئے وہ آپ مجھے روزانہ کر دیجئے۔ مولوی صاحب کو یقین دلائیے کہ میں ان کے احترام میں کسی سے پیچھے نہیں ہوں البتہ اگر مذکورہ بالا ارشاد سے ان کا مقصد وہی ہے جو میں نے اوپر لکھا ہے تو ان کے مشورے کو اپنے ایمان اور دیانت کی روح سے اسلام کی روح اور اس کے اساسی اصولوں کے خلاف جانتا ہوں۔ مرے نزدیک ایسا مشورہ مولوی صاحب کے شایان شان نہیں اور وہ مسلمانان ہند کی گمراہی کا باعث ہوگا۔۔۔ مَیں نے اپنی عمر کا نصف حصہ اسلامی قومیت اور ملت کے اسلامی نقطہ نظر کی تشریح و توضیح میں گزارا ہے محض اس وجہ سے کہ مجھ کو ایشیا کے لیے اور خصوصاً اسلام کے لیے فرنگی سیاست کا یہ نظریہ ایک خطرہء عظیم محسوس ہوتا تھا کسی سیاسی جماعت کا پروپیگنڈا کرنا نہ اس سے قبل مرا مقصد تھا نہ آج مقصود

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

ہے بلکہ وہ شخص جو دین کو سیاسی پروپیگنڈا کا پردہ بناتا ہے مرے نزدیک لعنتی ہے۔غلط فہمی دور ہونے سے قبل ہی مولانا کا ایک اور بیان چھپا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ مؤقف یہ تھا کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں نسل یا مذہب سے نہیں انہوں نے یہ ہر گز نہ کہا تھا کہ مذہب وملت کا دارو مدار وطینت پر ہے۔ قوم تو وطن ہی سے بنتی ہے البتہ ملت وطن سے نہیں بنتی لہٰذا ان کا مؤقف غلط نہ تھا بالفاظ دیگر انہوں نے قوم اور ملت کی لفظی بحثیں چھیڑ دیں۔(۶) بقول پروفیسر محمد عثمان:

> "جب حسین احمد مدنی اپنی بات پر اڑے رہے بلکہ ان اشعار میں استعمال شدہ لفظ "ملت "اور "قوم" کے مفروضہ لفظی فرق میں الجھ گئے تو اقبال کو ناچار نثر کا پیرایہ اختیار کرنا پڑا۔ اوراس طرح اس یادگار مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" کا ہمارے ادبی سرمائے میں اضافہ ہوا۔"(۷)

اسی دوران جب طالوت صاحب نے اقبال کے کہنے پر درج بالا بیان(قومیں اوطان سے بنتی ہیں) کے حوالے سے مولانا مدنی سے ان کے مقصود کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ محض موجودہ زمانے کی جاری ہونے والی ذہنیت کی خبر ہے، انشاء نہیں ہے۔ اس فقرہ کو مشورہ سمجھ لینا غلطی ہے۔طالوت صاحب نے اس خط کی نقل علامہ اقبال کو بھجوائی(۸)اس کو پڑھ کر اقبال نے روزنامہ احسان میں یہ بیان جاری فرمایا:

> "مولانا اس بات سے صاف انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانانِ ہند کو جدید نظریہ ء قومیت اختیار کرنے کا مشورہ دیا لہٰذا میں اس بات کا اعلان ضروری سمجھتا ہوں کہ مولانا کے اس اعتراف کے بعد کسی قسم کا کوئی حق ان پر اعتراض کرنے حق نہیں رہتا۔"(۹)

لیکن اس کے بعد بھی مولانا مدنی نے کانگریس کی ہم نوائی میں جغرافیائی قومیت کی حمایت جاری رکھی اور مرتے دم تک اسی مؤقف پر قائم رہے۔ بلکہ بعد از وفاتِ اقبال ایک کتابچہ اسی نظریہ کے ثبوت میں تحریر کیا۔ جس کا نام تھا"متحدہ قومیت اوراسلام"اس کتابچہ میں انہوں نے اقبال کو"کودکِ ناداں"،"برطانیہ کے سحر میں مبتلا "جیسے ناموں سے یاد کیا۔بلکہ یہ بھی تحریر کیا کہ مسلمانانِ ہند کے قومیت متحدہ میں شریک ہونے کا مشورہ دینے کو وہ خلافِ عقل ودیانت اور خلافِ اسلام نہیں سمجھتے۔اسی لیے اس پس منظر میں "جغرافیائی حدود اور مسلمان" کی اہمیت آج بھی قائم ودائم ہے۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

مندرجہ بالا بحث اس مضمون کے پس منظر اوراہمیت سے متعلق تھی اب اس مضمون کے اہم نکات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں اقبال نے ایک بار پھر مغرب کے انسانیت کش نظریہ وطینت اوراسلام کے انسانیت آفریں نظریہ ملت کا جائزہ لیا ہے پروفیسر محمد عثمان کا یہ بیان دیکھیے جس سے اس نادر الوجود مضمون کے موضوع اوراہمیت کا پتہ چلتا ہے۔

> ”اس مضمون میں ایک بار پھر اقبال نے جدید وطینت کا انسانیت کش اصل کو بے نقاب کیا ہے اوراس کے مقابلے میں اسلام نے نسل آدم کو جن انسانی بنیادوں پر متحد ہونے کی عملاً دعوت دی ہے اس کی حقیقت بڑے مؤثر دلائل کے ساتھ بیان کی ہے اس بحث کے دوران بھی اقبال کے قلم سے ایسے ایسے نادر اور ترجمانِ حقیقت جملے نکلے ہیں کہ جی بے اختیار ان کی داد دینے کو چاہتا ہے۔“(۱۰)

اوربقول ڈاکٹر جاوید اقبال :

> ”اس پر مغز مقالے کے ذریعے اقبال نے اپنے سیاسی فکر کے مرکز یعنی مسلم قومیت کی وضاحت کی اور ساتھ ساتھ یہ بھیواضح کر دیا کہ مسلمانانِ عالم کی عملی سیاست کا محور یہی اصول ہونا چاہیے۔“(۱۱)

اقبال آغاز ہی میں تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے قطعے میں ملت کا لفظ قوم کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید میں بالخصوص اور عربی میں بالعموم یہ شرع کے اور دین کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ ساتھ ہی وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں حال کی عربی فارسی ترکی زبانوں میں یہ لفظ ملت قوم کے معنوں میں بھی استعال ہو رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تحریروں میں یہ لفظ قوم ہی کے معنوں میں استعمال کیا ہے پھر آپ ملت اور قوم کے لفظی چکر میں الجھنے کی بجائے اصل مابہ النزاع مسئلہ کا آغاز کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ :

> ”چونکہ لفظ ملت کے معنی زیر بحث مسائل پر چنداں مؤثر نہیں اس واسطے میں اس بحث میں پڑے بغیر ہی تسلیم کرتا ہوں کہ مولانا حسین احمد مدنی کا ارشاد یہ تھا کہ اقوام اوطان سے بنتی ہیں۔“(۱۲)

اس کے بعد اقبال مولانا حسین احمد مدنی کے نظریہ وطینت کی مخالفت کا سبب بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے نظریہء وطینت کی تردید کسی سیاسی جماعت کے پروپیگنڈے کے طور پر نہیں کی ہے۔ مولانا پر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

اعتراض کی گنجائش اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مسلمانانِ ہند جدید قومیت کے تحت فرنگی نظریہ اختیار کر لیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ وہ ایک طویل مدت سے وطینت کا رد اصولی طور پر کر رہے ہیں ان کی رائے میں وطینت یورپ کا وہ حربہ ہے جس کے ذریعے وہ اسلام کی دینی وحدت پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ اس مغربی نظریے کے اثرات اب پوری دنیا میں کام کر رہے ہیں چنانچہ جنگِ عظیم اول میں یورپ کی یہ سیاسی تدبیر کامیاب ہوگئی یہاں تک کہ اب ہندوستان میں بھی علماء اور مسلمان بھی اس عفریت کا شکار ہیں۔

اقبال نے اپنے اشعار میں بھی وطینت کو مغربی حربہ قرار دے کر اس کے انسانیت کش اثرات بیان کیے ہیں۔ مثلاً :

یہ بت کہ تراشیدہء تہذیبِ نوی ہے   غارت گرِ کاشانہء دینِ نبوی ہے
اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے   قومیتِ اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

(کلیاتِ اقبال اردو، ص ۱۸۷،۱۸۸)

اقبال جغرافی وطینت اور سیاسی وطینت کی وضاحت کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ یورپ کا سیاسی نظریہ وطینت اسلامی نظریہ وطینت سے کس طرح متصادم ہوتا ہے۔ اقبال کے نزدیک جب وطن محض ایک جرافیائی اصطلاح کے طور پر استعمال ہو تو اسلام کے لیے منافی نہیں اس لیے کہ اس کی حیثیت ایک نظام حیات کی نہیں بلکہ ایک شناختِ محض کی ہے اور ان معنوں میں یہ بالکل فطری جذبہ حب وطن ہے۔

" مولانا کا یہ ارشاد کہ قومیں اوطان سے بنتی ہیں قابل اعتراض نہیں اس لیے کہ قدیم الایام سے اقوام اوطان کی طرف اور اوطان اقوام کی طرف منسوب ہوتے چلے آئے ہیں ہم سب ہندی ہیں اور ہندی کہلاتے ہیں۔۔۔ علی ہذاالقیاس چینی، عربی، جاپانی، ایرانی وغیرہ وطن کا لفظ جو اس قول میں مستعمل ہے محض ایک جغرافیائی اصطلاح ہے اور اس حیثیت سے اسلام سے متصادم نہیں ہوتا۔۔۔ ان معنوں میں ہر انسان فطری طور پر اپنے جنم بھوم سے محبت رکھتا ہے۔"(۱۳)

اس طرح اقبال وطن کے نہیں بلکہ وطینت کے مخالف ہیں۔ بشرطیکہ اس کا استعمال محض جغرافی اصطلاح کے ہو۔ البتہ اگر اس کو سیاسی مفہوم میں یعنی ایک سیاسی سماجی نظامِ حیات کے طور پر استعمال کیا جائے تو اقبال

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

اس کی شدت سے مخالفت کرتے ہیں کیونکہ ان معنوں میں یہ قوم کی تشکیل کا ایک اصول بن جاتا ہے جس کی حیثیت ایک بت کی ہے اوراسی لیے یہ اصول اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔

"زمانہ حال کے سیاسی لٹریچر میں وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ وطن ایک اصول ہے ہیئتِ اجتماعیہءِ انسانیہ کا اوراس اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔چونکہ اسلام بھی ہیئتِ اجتماعیہِ انسانیہ کا ایک قانون ہے اس لیے جب لفظِ وطن کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔"(۱۴)

اقبال ملی قومیت اور وطنی قومیت کا موازنہ کرکے وطنی قومیت کو سیاسی اصطلاح کے طور پر رد کر دیتے ہیں اور پھر مزید اسلامی قومیت کی وضاحت کرتے ہیں ان کے نزدیک اسلام محض اخلاق وعادات ہی کا مصلح نہیں بلکہ عالمِ بشریت میں ایک تدریجی مگر اساسی انقلاب چاہتا ہے۔یہ اسلام ہی کا اجتماعی نظام ہے جو تمام چھوٹی چھوٹی ملتوں کو مٹا کر تمام عالمِ بشریت کو انسانیت میں بدل دیتا ہے۔قدیم زمانہ میں دین یا تو قومی رہا ہے یا نسلی یا انفرادی اور پرائیویٹ لیکن اسلام تمام حدود و قیود زمان ومکان سے ماوراء ایک وسیع انسانی اجتماعی صورت سامنے لاتا ہے۔انسانی جذباتی زندگی اوراجتماعی کیفیت میں یکجہتی پیدا کرتا ہے۔وسیع انسانی اور عالمگیر اخوت اور بھائی چارہ کا موجب بنتا ہے۔بقول اقبال:

" یہ اسلام ہی تھا جس نے بنی نوع انسان کو سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ دین نہ قومی ہے نہ نسلی ہے نہ انفرادی نہ پرائیویٹ بلکہ خالصتاً انسانی ہے اوراس کا مقصد باوجود تمام فطری امتیازات کے عالمِ بشریت کو متحد و منظم کرنا ہے۔ایسا دستور العمل قوم اور نسل پر بنا نہیں کیا جاسکتا نہ اس کو پرائیویٹ کہہ سکتے ہیں بلکہ اس کو صرف معتقدات پر ہی مبنی کیا جاسکتا ہے۔"(۱۵)

اقبال کے نزدیک وطنیت کا انجام محض رقابت وجنگ اور دہریت و الحاد ہے۔آج تمام یورپ رقابت ودہریت کی دلدل کا شکار ہے اس نظریے کو ہندوستان میں اپنانے سے بھی یہی صورتحال جنم لے گی۔تمام ملتیں مٹ جائیں گی،صرف لادینی مشترکہ صفت کے طور پر باقی رہ جائے گی۔اس لیے مسلمانوں کو بروقت تنبیہ کرتے ہیں کہ اس کے دام فریب میں نہ آئیں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

> "اگر بعض مسلمان اس فریب میں مبتلا ہیں کہ دین و وطن بحیثیت ایک سیاسی تصور کے یکجا رہ سکتے ہیں تو میں مسلمانوں کو بر وقت تنبیہ کرتا ہوں کہ اس راہ کا آخری مرحلہ اول تو لادینی ہو گا اور لادینی نہیں تو اسلام کو محض ایک اخلاقی نظریہ سمجھ کر اس کے اجتماعی نظام سے بے پروائی۔"(۱۶)

مولانا مدنی کے نزدیک مسلمان بحیثیت قوم اور ہو سکتے ہیں اور بحیثیت ملت اور۔۔ یعنی ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں رہتے ہوئے ضروری ہے کہ وہ مذہب کو انفرادی معاملہ سمجھیں۔ سیاسی اعتبار سے مسلمان الگ قوم نہیں ہیں۔ وہ ہندوستانی ہیں۔ ہندوستانی قوم ہیں۔ اس کے برعکس اقبال کے نزدیک یہ اسلام کی رو سے غلط ہے۔ مذہب اور سیاست اسلام میں جدا جدا نہیں رہ سکتے۔ مسلمانوں کی ملی حیثیت و قومیت ممتاز رہنی چاہیے۔ اقبال کے نزدیک مولانا نے جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں قوم اور ملت کے الفاظ کا فرق ہے ورنہ نظریہ وہی ہے۔ انہوں نے لفظی و لغوی تاویل سے کام لے کر بدتر گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔

اقبال نے لکھا ہے کہ قرآن کریم میں امت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ امت یعنی عالمگیر ملت اقوام دراصل ملت ہی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہیں۔ قوم تو رنگ، نسل، وطن، زبان ہر مادی شے پر منطبق ہو سکتی ہے لیکن ملت تمام امتیازات کو ختم کر کے (اگرچہ فطری طور پر انہیں برقرار رکھتی ہے) ہر قوم کو اپنے اندر جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ بقول اقبال:

> "قرآن کریم میں مسلمانوں کے لیے امت کے سوا کوئی اور لفظ نہیں آیا۔۔۔ قوم رجال کی جماعت کا نام ہے (مولانا مدنی لغوی اعتبار سے عورتوں کو قوم میں شامل نہیں کرتے جبکہ اقبال کے نزدیک جہاں جہاں قرآن میں قومِ عادو قومِ موسیٰ کا ذکر آیا ہے۔ وہاں ظاہر ہے کہ اس قومِ عادو قومِ موسیٰ کے الفاظ کے مفہوم میں عورتیں بھی شامل ہیں) اور یہ جماعت بااعتبار قبیلہ، رنگ، نسل، زبان، وطن اور اخلاق ہزار جگہ اور ہزار رنگ میں پیدا ہو سکتی ہے مگر ملت سب جماعتوں کو تراش کر ایک نیا اور مشترک گروہ بنائے گی۔ گویا ملت یا امت جاذب ہے اقوام کی خود ان میں جذب نہیں ہوتی۔"(۱۷)

اس طرح اسلامی قومیت کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ تنگ نظر نہیں۔ اس میں کائنات کی سی وسعت ہے ایسی وسعت کہ بنی آدم جس خطے، جس نسل، جس زبان، جس قبیلے سے تعلق رکھتی ہو۔ اپنے اندر جذب کر لیتی ہے

ISSN(P): 2709-9636 | ISSN(O): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

۔اپنی اس جذبیت کی بدولت ہی امت مسلمہ خالص دینی نقطہ نظر سے اسلامی ملت کو ایک اجتماعی وحدت قرار دیتی ہے اور وہی اسلامی قومیت کی اساس ہے۔ وطن میں یا کسی اور تصور میں یہ وحدت جذب نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جس طرح ملت اسلامیہ ایک وحدت ہے اسی طرح تمام کفر ایک وحدت ہے۔

> ''کیا خدا کی بارگاہ سے امت مسلمہ کا نام رکھوانے کے بعد بھی یہ گنجائش باقی تھی کہ آپ کی ہیئتِ اجتماعی کا کوئی حصہ عربی ایرانی، افغانی، انگریزی، مصری یا ہندی قومیت میں جذب ہو سکتا ہے۔ امت مسلمہ کے مقابل تو صرف ایک ہی ملت ہے اورالکفر ملۃ واحدہ ہے۔''(۱۸)

پروفیسر عزیز احمد نے "اقبال نئی تشکیل" میں اس کی مزید تشریح کی ہے کہ سرسری طور پر الکفر ملۃ واحدہ کو پڑھنے سے سخت غلط فہمی کا امکان پیدا ہو سکتا ہے کہ اقبال قومیت کے تنگ دائرے سے نکل کر ملت کے تھوڑے سے وسیع دائرے میں الجھ گئے۔ لیکن یہ ان لوگوں کے لیے استعمال کیا ہے جو معقول کے مقابلے میں منقول کو بآسانی تسلیم کرتے ہیں۔ ورنہ اقبال کے نزدیک ملتِ اسلامیہ کی بنیاد ایک انسانی اقدار کے حامل دین پر ہے۔ اپنی انسانی بنیادوں کی وجہ سے ملتِ کفر اور ملتِ اسلام اپنی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کرتے ہوئے ایک دوسرے میں جذب ہو سکتی ہیں۔ اور ان کا یہ اجتماع صرف اور صرف انسانی ہو گا۔ اسی لیے اقبال کے نزدیک دینِ اسلام ملت سے نکل کر انسانیت کے وسیع دائرے میں داخل ہو جاتا ہے۔(۱۹) اقبال حضورؐ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام کو کسی دوسرے نظام کے تابع رکھ کر آزادی چاہنا بے معنی ہے۔ قرآن کی رو سے مسلمانوں کی حقیقی سیاسی قوم اسلام ہی سے تقویم پاتی ہے اس لیے آپؐ نے نسل پرستی، وطن پرستی، مذہب پرستی وغیرہ کے تمام امتیازات مٹا کر صرف خدا پرستی کی بنیاد پر ملت کی بنیاد رکھی۔

> '' قرآن کی رو سے حقیقی تمدنی یا سیاسی معنوں میں قوم دین اسلام ہی سے تقویم پاتی ہے ۔۔۔۔ آپ اس نکتے پر غور نہیں فرماتے کہ پیغمبرؐ خدا کے نزدیک اسلام سے دین اور امت مسلمہ کی آزادی مقصود تھی۔ ان کو چھوڑنا کسی دوسرے ہیئتِ اجتماعیہ کے تابع رکھ کر کوئی اور آزادی چاہنا بے معنی تھا۔۔۔۔ محمدؐ (فداہ امی وابی) کی قوم بعثت سے قبل قوم تھی اور آزاد تھی لیکن جب محمدؐ کی امت بننے لگی تو اب قوم کی حیثیت ثانوی رہ گئی جو لوگ رسولؐ کی متابعت میں آ گئے وہ خواہ ان کی قوم میں سے تھے یا دیگر اقوام میں سے وہ سب

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

امتِ مسلمہ یا ملتِ محمدیہ بن گئے۔۔۔ حضورؐ کے لیے یہ راہ بہت آسان تھی۔ کہ آپ ابو لہب یا ابو جہل یا کفارِ مکہ سے فرماتے کہ تم اپنی بت پرستی پر قائم رہو۔ مگر اس نسلی اور وطنی اشتراک کی بناء پر جو ہمارے تمہارے درمیان موجود ہے وحدتِ عربیہ قائم کی جاسکتی ہے اگر حضور نعوذ باللہ یہ راہ اختیار کرتے بے شک یہ ایک وطن دوست کی راہ ہوتی لیکن نبیِ آخر الزمان کی راہ نہ ہوتی۔"(۲۰)

اس لیے کہ آپ کا منصب تو انسانیت تھا۔ اسی لیے آپ نے ہجرت کی راہ اختیار فرمائی۔ اور ہجرت کے عمل سے آپ نے ثابت کیا کہ ہر وہ جگہ جہاں اسلام کا نام لیا جائے مسلمان کا وطن ہے۔ یہ ہجرت دراصل انسان کی جغرافی وطن سے جدائی ہے اصل وطن دین یا، الفاظ دیگر انسانیت ہے۔ بقول عزیز احمد :

"اقبال نے واقعہ ہجرت سے مراد یہ لیا ہے کہ یہ دراصل انسان کی جغرافی وطن سے علیحدگی ہے اور اصلی وطن انسانیت ہے جس میں اجتماعی پیمانہ دینی یا تمدنی وحدت ہے نہ کہ وطنی وحدت"(۲۱)

شاعری میں بھی انہوں نے اسی نظریے کا اظہار کیا ہے۔

ہو قیدِ مقامی تو نتیجہ ہے تباہی　　رہ بحر میں آزادِ وطن صورتِ ماہی
ہے ترکِ وطن سنتِ محبوبِ الٰہی　　دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

(کلیاتِ اقبال اردو، ص ۱۸۷)

ابو جہل وابو لہب سے (معاذ اللہ) کوئی وطنی معاہدہ کرنے کی بجائے انہوں نے توحید واخوتِ دینی کو ترجیح دے کر ہجرت فرمائی تو اسی لیے کہ اسلام کی وسعت کو ثابت کیا جاسکے۔ روحانی اساس پر اپنا وجود قائم رکھنے والی ملت کے منصب کو ظاہر کیا جاسکے۔ کہ یہ وہ ملت ہے جو علاقے، قبیلے، رنگ، نسل سے آزاد وسیع اجتماعیہء انسانیہ ہے ۔ بالفاظ دیگر روحانی اساس پر قائم ہونے والی ہیئتِ اجتماعیہء انسانیہ کی غایت الغایات یہ ہوگی۔

" بنی نوع انسان کی اقوام کو باوجود شعوب وقبائل اورالوان والسنہ کے اختلافات تسلیم کرنے کے ان کو ان تمام آلودگیوں سے منزہ کیا جائے جو زمان ومکان، وطن، قوم، نسل، نسب، ملک وغیرہ کے ناموں سے موسوم کی جاتی ہیں اور اس طرح اس پیکرِ خاکی کو وہ ملکوتی

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

تخیل عطا کیا جائے جو اپنے وقت کے ہر لحظہ میں ابدیت سے ہمکنار رہتا ہے۔ یہ نصب العین ہے ملت اسلامیہ کا"(۲۲)

اس نصب العین کو حاصل کرنے میں اسلام نے اپنے عشق اور اخلاق، سوز اور انسانیت کی بدولت بہت کم عرصہ لگایا۔ اسلام نے اقبال کے نزدیک ایک ہی جست میں قصہ تمام کر دیا۔ اس لیے کہ اسلام انسانی، فطری اور بنیادی اوصاف وضروریات کے تحت معاشرہ میں خود بخود چپکے چپکے عمل کرتا ہے۔ یہ ضمیر کی گہرائیوں میں نفسیاتی طور سے اثر انداز ہوتا ہے اور انسان کو اپنا بنالیتا ہے۔

(اسلام نے یا نبوت محمدیہؐ نے) "یک رنگ کرنے میں جو کام تیرہ سو سال میں کیا ہے وہ دیگر ادیان سے تین ہزار سال میں بھی نہیں ہو سکا۔ یقین کیجئے اسلام ایک پوشیدہ اور غیر محسوس حیاتی اور نفسیاتی عمل ہے جو بغیر کسی تبلیغی کوششوں کے بھی عالم انسانی کے فکر و عمل کو متاثر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔"(۲۳)

اقبال کے نزدیک مغربی تصورِ وطینت کو اپنانے سے مسلمانوں کو لامحالہ ماننا پڑے گا کہ اسلام کا عالمگیر اخوت کا نظریہ غلط ہے گویا ہر ملک کا دین اس ملک کے لیے خاص ہو سکتا ہے مگر اقبال اس خیال کے حامی نہ ہو سکتے تھے کہ اسلام کو بھی ایسا ہی کہا جائے۔ اس لیے کہ اس طرح مخلوق خدا اقوام میں بٹتی ہے۔ اقبال کے اس نکتے کی وضاحت کرتے ہوئے محمد احمد خاں لکھتے ہیں :

"وطینت نے نہ صرف شرفِ انسانیت کی مٹی پلید کی ہے بلکہ خود انسانیت پر ضربِ کاری لگائی ہے اور اس کے ٹکڑے پارچے کر دیے ہیں۔"(۲۴)

اب اقبال کا بیان دیکھئے:

"وطینت سے قدرتاً افکار حرکت کرتے ہیں اس خیال کی طرف کہ بنی نوع انسان اقوام میں اس طرح بٹے ہوئے ہیں کہ ان کا نوعی اتحاد امکان سے خارج ہے۔"(۲۵)

غرض وطینت کا تصور خالصتاً ایک مادہ پرستانہ تصور ہے جس نے بنی نوع انسان کو ایک دوسرے کا شکاری بنادیا ہے دہریت اور خدا بیزاری اس کا منصب ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایسی کونسی اساس ہے جس میں یہ رکاوٹیں اور قباحتیں نہ پائی جاتی ہوں۔

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

"انسان کی تاریخ پر نظر ڈالو ایک لامتناہی سلسلہ ہے باہم آویزشوں کا، خونریزیوں کا اور خانہ جنگیوں کا۔ کیا ان حالات میں عالم بشری میں ایک ایسی امت قائم ہو سکتی ہے جس کی اجتماعی زندگی امن اور سلامتی پر ہو"(۲۶)

یہ سوال وہ خود ہی کرتے ہیں اور پھر "ہاں" کی صورت میں خود ہی جواب دیتے ہیں۔

"قرآن کا جواب ہے کہ ہاں ہو سکتی ہے بشر طیکہ توحید الٰہی کو انسانی فکر و عمل میں حسبِ منشاء الٰہی مشہود کرنا انسان کا نصب العین قرار پائے ایسے نصب العین کی تلاش اور اس کا قیام سیاسی تدبیر کا کرشمہ نہ سمجھئے بلکہ یہ رحمۃ اللعالمین کی ایک شان ہے کہ اقوام بشری کو ان کے تمام خود ساختہ تفوقوں اور فضیلتوں سے پاک کر کے ایک ایسی امت کی تخلیق کی جائے جس کو امتہ مسلمۃ لک کہہ سکیں۔ اور اس کے فکر و عمل پر شہداء علی الناس کا خدائی ارشاد صادق آسکے۔"(۲۷)

نظریہ وطینت کو اقبال نے قادیانی افکار کا تتبع قرار دیا۔ ان کے نزدیک نظریہء وطینت ختم نبوت کے انکار کی طرح خطرناک اثرات رکھتا ہے۔ ختم نبوت کا انکار نبوتِ محمدیہؐ کے کامل و اکمل ہونے سے انکار ہے اور نظریہ وطینت امتِ مسلمہ کی بنیادی سیاست کے کامل ہونے اور اسلام کے عالم گیر اخوت کے نظام سے انکار کی راہ کھولتا ہے دونوں میں تاریخی مماثلتیں بھی موجود ہیں۔ دونوں مغربی تہذیب کے گھڑے ہوئے فتنے ہیں۔ دونوں کا مقصد عالمِ اسلام اور مسلمانوں کو انتشار سے دوچار کرنا اور اس طرح دائمی غلامی کا شکار بنانا ہے۔ اس لیے اقبال کے نزدیک دونوں میں گہرا معنوی تعلق ہے۔ لکھتے ہیں:

"نظریہ وطینت ایک معنی میں وہی حیثیت رکھتا ہے جو قادیانی افکار میں، افکار خاتمیت کا نظریہ۔ وطینت کے حامی، بالفاظ دیگر یہ کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کے لیے ضروری ہے کہ وقت کی مجبوریوں کے سامنے ہتھیار ڈال کر اپنی اس حیثیت کے علاوہ جس کو قانونِ الٰہی تک متعین و متشکل کر چکا ہے کوئی اور حیثیت بھی اختیار کرے جس طرح قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کی اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس کی انتہا نبوت محمدیہؐ کے کامل و اکمل سے انکار ہے بعینہ اسی طرح طرح وطینت کا نظریہ بھی امتِ مسلمہ کی بنیادی سیاست کے کامل ہونے سے انکار کی راہ کھولتا ہے۔ بظاہر نظریہء

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

وطنیت سیاسی نظریہ ہے اور قادیانی انکارِ خاتمیت الہیات کا ایک مسلہ ہے لیکن ان دونوں میں گہرا معنوی تعلق ہے۔ جس کی توضیح صرف اس وقت ہو سکے گی۔ جب کوئی دقیق النظر مسلمان مورخ ہندی مسلمان اور بالخصوص ان کے بعض بظاہر متعدد فرقوں کی دینی تاریخ مرتب کرے گا۔"(۲۸)

اقبال نہ صرف نظریاتی طور پر بلکہ عملی سیاست میں بھی اسی نظریہ ملت کے قائل تھے۔ عملی طور پر بھی انہوں نے اسی کی بنیاد پر مطالبہ پاکستان کی بنیاد رکھی تھی۔ وہ متحدہ قومیت کی صورت میں مسلمانوں کی آزادی نہیں بلکہ دائمی غلامی دیکھتے تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان اپنا ایک جداگانہ تشخص کے حامل ہیں۔ ان کا انضمام وقتی قومیت میں نہیں ہو سکتا۔ انہیں یقین تھا کہ واحد ہندوستانی قوم کا مطلب ہے ہندوؤں کی بالا دستی اور اسلام کی زیر دستی۔ چنانچہ وہ اسلام کی برتری، وجود، تحفظ اور خود نہ صرف مسلمانوں کی بلکہ ہندوں کی بھی تمدنی فلاح کے لیے چاہتے تھے کہ مسلمان اور ہندو اپنی اپنی تہذیبی سرحدوں کو برقرار رکھتے ہوئے آزادی کی جدوجہد کریں۔ محمد احمد خان ان کے اس پہلو کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

" اقبال صرف نظری طور پر ہی وطنی قومیت کے مخالف نہ تھے بلکہ عملی سیاست میں بھی وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان وطنی قومیت کا شکار نہ بنیں اور اپنی علیحدہ قومیت کو برقرار رکھیں۔ اس مسئلہ کو وہ ہندوستانی سیاست کا اہم اور بنیادی مسئلہ سمجھتے تھے۔ ہندوستان کا سیاسی مسئلہ اقبال کی نظر میں ایک قومی یا بین الملکی نہیں بلکہ بین الاقوامی مسئلہ تھا۔۔۔ چنانچہ اقبال یہ چاہتے تھے کہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کو اسی بنیاد پر طے کیا جائے کہ یہاں ایک قوم نہیں بلکہ ایک سے زیادہ قومیں بستی ہیں۔"(۲۹)

دراصل اس دور میں آزادی کا اتنا جوش وخروش اور جذبہ پایا جاتا تھا کہ لوگ آنے والی آزادی کی نوعیت کو جاننا بھی حب الوطنی کے خلاف سمجھتے تھے اور ایسا کرنے سے ہچکچاتے تھے۔ نہرو کے اثرات بھی کام کر رہے تھے۔ مزید براں مسلم اکابرین بھی بیشتر اسی پالیسی کے حق میں تھے۔ گویا دانستہ یا نادانستہ طور پر جذباتی سوچ نے ان کے تصورِ آزادی کو دھندلا دیا تھا بلکہ اس کی حقیقت کو سمجھنے سے محروم کر دیا تھا۔ اس موقع پر بھی اقبال پورے ٹھنڈے دل سے یہی نظریہ ءملت پیش کرتے رہے۔ پروفیسر محمد عثمان نے اسوقت کی سیاسی اور نفسیاتی صورتحال کا خوبصورت

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4
ماخذ تحقیقی مجلہ

تجزیہ کرتے ہوئے اقبال کی نظریاتی اور تخلیقی شخصیت کو متعین کیا ہے اور ثبوت میں "جغرافیائی حدود اور مسلمان" کے آخری دو پیراگراف پیش کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں :

”جب سے جدید سیاسی شعور کا برصغیر میں آغاز ہوا تھا مسلمانوں کا ذہن شعوری یا نیم شعوری طور پر ایک تذبذب اور تضاد کا شکار تھا۔ یہ تذبذب اور تضاد اس کشمکش کے باعث تھا کہ ملک کی آزادی مقدم ہے یا حاصل ہونے والی آزادی میں مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ ملک کی غلام کے خلاف اور جدوجہد آزادی کے حق میں ایسا جوش وخروش پایا جاتا تھا کہ بے شمار مسلمان یہ کہتے ہوئے ہچکچاتے تھے کہ وہ آزادی سے پہلے یہ جاننا اور طے کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ آنے والی آزادی میں خود ان کی پوزیشن کیا ہوگی۔ آزادی کے متوالے مسلمانوں کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ اس سوال کا اٹھانا حریت پسندی اور حب الوطنی کے خلاف نہ سمجھا جائے۔ ادھر گاندھی اور نہرو کی ہندو مسلم اتحاد کے لیے ”زبانی خدمت“ نے ایک ایسی فضا پیدا کر رکھی تھی کہ یہ جھجک بالکل فطری معلوم ہوتی تھی ۔۔۔ اقبال کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے بے جھجک اور بلا خوفِ لائم یہ کہا کہ ہمیں ایسی آزادی ہر گز ہر گز مطلوب نہیں جس میں ہماری حیثیت غیر یقینی یا بے آبرو مندانہ ہو۔ یہی حقیقت پسندی، جرات مندی اور بے باکی اقبال کو دوسرے مسلمان ”رہنماؤں“ اور سیاست دانوں سے ممتاز کرتی ہے ذیل کی سطریں کتنا بڑا ثبوت اس امر کا ہیں کہ اقبال کی ذہانت اور بصیرت کو فریب دینا یا ان کی زبان و قلم کو کسی تذبذب میں الجھانا کس قدر ناممکن تھا۔“[۳۰]

پروفیسر محمد عثمان یہ لکھ کر اقبال کے مضمون کے دونوں پیراگراف پیش کرتے ہیں جو مندرجہ بالا بیانات کی مکمل تائید کرتے ہیں۔ دونوں پیراگراف مندرجہ ذیل ہیں :

”مسلمان ہونے کی حیثیت سے انگریز کی غلامی کے بند توڑنا اور اس کے اقتدار کا خاتمہ کرنا ہمارا فرض ہے اور اس آزادی سے ہمارا مقصد یہی نہیں کہ ہم آزاد ہو جائیں بلکہ ہمارا اول مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقتور بن جائے۔ اس لیے مسلمان کسی ایسی حکومت کے قیام میں مددگار نہیں ہو سکتا جس کی بنیادیں انہیں اصولوں پر ہوں جن پر

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

انگریزی حکومت قائم ہے۔ ایک باطل کو مٹا کر دوسرے باطل کو قائم کرنا چہ معنی دارد"

پھر فرماتے ہیں:

"ہم تو چاہتے ہیں کہ ہندوستان کلیتہً نہیں تو ایک بڑی حد تک دارالسلام بن جائے لیکن اگر آزادی ہند کا نتیجہ یہ ہو کہ جیسا دارلکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بد تر بن جائے تو مسلمان ایسی آزادیءوطن پر ہزار بار لعنت بھیجتا ہے۔ ایسی آزادی کی راہ میں لکھنا بولنا روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا، جیل جانا، گولی کانشانہ بننا سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہے۔"(۳۱)

الغرض اقبال کا یہ مضمون اپنے افکار کی گہرائی اور گیرائی، گونہ گونی، خلوص، صداقت، درد، سوز، دلکشیٔ اسلوب، وضاحت، بے باکی، عشق رسول، اسلام کی حقانیت کے لحاظ سے بے مثل ہے۔ اوراسلام کے بنیادی نظریہ مؤاخات کی دلنشین تصویر ہے۔بقول محمد احمد خاں :

"اقبال نے سب سے پہلے وطنی قومیت کی مخالفت کی۔ اسلامی قومیت کی نہ صرف تشریح وتوضیح بلکہ پرزور حمایت کی اور عملی سیاست میں بھی اس نظریہ کو بڑے شد و مد سے آگے بڑھانے کی کوشش کی۔ ان حقائق کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ وہ ہندوستانی کی "عملی سیاست" میں دو قومی نظریے کے سب سے پہلے بانی تھے۔"(۳۲)

حوالہ جات

۱۔ ناز، ایم ایس، "اقبال اور تحریک پاکستان" ،(لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، سن ندارد)،ص ۱۱۰

۲۔ اقبال، "انوار اقبال"، مرتبہ، ڈار، بشیر احمد، (کراچی، اقبال اکادمی پاکستان، ۱۹۶۷ء)، ص ۱۶۸

۳۔ محمد حنیف شاہد، مفکر پاکستان، (لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء)، ص ۳۶۵

۴۔ محمد عثمان، پروفیسر، "حیات اقبال کا ایک جذباتی دور"، (لاہور، مکتبہ جدید پریس، ۱۹۷۵ء)، ص ۱۷۰، ۱۷۱

۵۔ اقبال، انوار اقبال، مرتبہ، ڈار، بشیر احمد، ۱۶۸، ۱۶۷(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجئے (۱) اقبال کا سیاسی کارنامہ از محمد احمد خاں "اقبال اور مولانا حسین احمد مدنی"، ص ۲۵۱ تا ۳۵۹) (۲) زندہ رود از ڈاکٹر جاوید اقبال، ص ۱۰، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۶۳، ۷۳)

۶۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، "زندہ رود"، (لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۱۰۳۶، ۱۰۳۷

ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

۷۔ محمد عثمان، پروفیسر، ”حیات اقبال کا ایک جذباتی دور“، (لاہور، مکتبہ جدید، ۱۹۷۵ء)، ص ۱۷۱

۸۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ”زندہ رود“۔ ص ۱۰۴۲، ۱۰۴۳

۹۔ اقبال، ”انوار اقبال“، مرتبہ، ڈار، احمد بشیر، ص ۱۶۸ تا ۱۷۰

۱۰۔ محمد عثمان، پروفیسر، ”حیات اقبال کا ایک جذباتی دور“، ص: ۱۷۱

۱۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ”زندہ رود“، ص ۱۰۴۲

۱۲۔ اقبال، ”مقالات اقبال“، مرتبہ، عبدالواحد معنی، سید، (لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۸۸ء)، ص ۲۶۲

۱۳۔ ایضا، ص ۲۶۴

۱۴۔ ایضا، ص ۲۶۴

۱۵۔ ایضاً، ص ۲۶۶

۱۶۔ ایضاً، ص ۲۶۷

۱۷۔ ایضاً، ص ۲۷۳

۱۸۔ ایضاً، ص ۲۷۴

۱۹۔ عزیز احمد، پروفیسر، ”اقبال، نئی تشکیل“، (لاہور، گلوب پبلیشرز، ۱۹۶۸ء)، ص ۵۱، ۵۲

۲۰۔ اقبال، ”مقالات اقبال“، مرتبہ، عبدالواحد معنی، سید، ص ۲۷۵

۲۱۔ عزیز احمد، پروفیسر، ”اقبال، نئی تشکیل“، ص ۴۷

۲۲۔ اقبال، ”مقالات اقبال“، مرتبہ، عبدالواحد معنی، سید، ص ۲۷۶

۲۳۔ ایضاً، ص ۲۷۶

۲۴۔ محمد احمد خاں، ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“، (لاہور، المشرق پبلشرز، سن ندارد، طبع اول، ص ۴۰۶، ۴۰۷

۲۵۔ اقبال، ”مقالات اقبال“، مرتبہ، عبدالواحد معنی، سید، ص ۲۷۶

۲۶۔ ایضاً، ص ۲۷۷

۲۷۔ ایضاً، ص ۲۷۷، ۲۷۸

۲۸۔ ایضاً، ص ۲۷۸

۲۹۔ محمد احمد خاں، ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“، ص ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴

ماخذ تحقیقی مجلہ
ISSN(**P**): 2709-9636 | ISSN(**O**): 2709-9644
Volume 7, Issue 3, (May to June 2026)
https://doi.org/10.47205/makhz.2026(7-III)urdu-4

۳۰۔ محمد عثمان، پروفیسر، ”حیات اقبال کا ایک جذباتی دور“ص ۱۷۲، ۱۷۳

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۷۲، اقبال کے مضمون کے لیے دیکھیے بنیادی ماخذ، اقبال، مقالاتِ اقبال، مرتبہ، عبدالواحد معنی، سید، ص ۲۷۹

۳۲۔ محمد احمد خان، ”اقبال کا سیاسی کارنامہ“، ص ۴۱۶